مولانا ظفر علی خاں کے نعتیہ اسلوب کی بنیادی جہات

محمد سرور حسین
پی ایچ ڈی اسکالر (اردو)
آئی ٹی سی، یو ایم ٹی، لاہور

BASIC DIMENSIONS OF
MAULANA ZAFAR ALI KHAN'S NA'AT

Muhammad Sarwar Husain
PhD Scholar (Urdu), ITC, UMT, Lahore

Abstract

Na'at has a long and rich tradition in poetry of almost all languages spoken by the Muslims. Praise and love for our beloved Holy Prophet (PBUH) is a part of our faith. Being a Muslim poet, Na'at is the best way to express inner emotions for the Holy Prophet (PBUH). Na'at poetry is sparking in Urdu language from its beginning. Maulana Zafar Ali Khan was one of the prominent poets of Urdu Na'at. He was a wonderful speaker, energetic political worker of the independence movement, fearless journalist. His style of Na'at writing is unique. This article highlights the basic dimensions of Maulana Zafar Ali Khan's Na'at writing.

Keywords:

شعر، نعت، اردو، عربی، فارسی، مولانا ظفر علی خاں، حفیظ تائب، ریاض مجید

نعت کا شمار بہ طور صنف سخن اپنے موضوع کی انفرادیت کے اعتبار سے قدیم اصناف شعری میں ہوتا ہے۔ نعت رسالت مآب ﷺ سے اپنے عشق و عقیدت اور محبت و وابستگی کے شعری اظہار کا نام ہے۔ عربی، فارسی اور دیگر زبانوں کے ساتھ ساتھ اردو کے اندر بھی اس کی توانا اور مسلسل روایت موجود ہے۔ اردو زبان کا شائد ہی کوئی شاعر ایسا ہو جس کے ہاں اس عقیدت نگاری کے نقوش موجود نہ ہوں۔ مولانا ظفر علی خاں اسی تابندہ روایت کے درخشندہ امین ہیں۔ رب سخن نے انھیں بے پناہ تخلیقی صلاحیتوں سے نواز رکھا تھا۔ وہ ایک بے باک و زیرک صحافی، بے مثال و باکمال مترجم، شعلہ بیان و دل پذیر خطیب، مخلص اور ان تھک سیاسی کارکن اور جادو بیان واثر انگیز شاعر تھے۔ ان کا تخلیقی سرمایۂ شعر اپنے اندر بھرپور اسلوبیاتی کشش رکھتا ہے۔ اس مضمون میں ان کی نعتیہ شاعری میں موجود ان عناصر کو نمایاں کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو دراصل ان کے تخلیقی اسلوب کے خدوخال کو اجاگر کرتا ہے۔ اس کے ذریعے ان بنیادی شعری عناصر کی نشان دہی کی گئی ہے جو نعت کی روایت میں مولانا ظفر علی خاں کے ساتھ مخصوص ہیں جسے اسلوب مولانا کی بنیادی جہات بھی کہا جا سکتا ہے۔

قدرت کی تخلیق کے جس پہلو پر بھی غور کریں اس میں حیرتوں کا ایک جہان آباد دکھائی دیتا ہے۔ سب سے بڑھ کر انسانی وجود ایک مجسمۂ حیرت ہے جس کا ایک ایک گوشہ ہمیں دعوت غور و فکر دے رہا ہے۔ ایک ہی طرح کے وجود اور اعضا لیکن ان کی بناوٹ، انداز، اطوار اور دیگر زاویوں سے اتنے امتیازات کہ بے اختیار اس کی صناعی اور قدرتوں کے رنگ سامنے آنے لگتے ہیں۔ انسانوں کے دو پاؤں لیکن چلنے کے انداز سے اسے دیکھے بغیر پہچانا جا سکتا ہے، ہاتھوں کی بناوٹ اور اس کے مختلف انداز، آواز کا لوچ، لہجے کی کھنک، اٹھنے بیٹھنے چلنے پھرنے بولنے دیکھنے کے اتنے انداز ہیں کہ انھیں لفظوں میں سمیٹا نہیں جا سکتا۔ لیکن اس سے بھی بڑھ کر ایک پہلو الفاظ کے استعمال کا بھی ہے۔ اس کی حرکات و سکنات کے ساتھ ساتھ اس کی بول چال میں استعمال ہونے والے لفظوں میں بھی اس کی شخصیت کو دیکھا جا سکتا ہے۔ شعری اظہار اور اسلوب اسی حیرت کدے کا نام ہے۔ وہی چند الفاظ کا ذخیرہ لیکن اس کے اسلوبی اظہار کے اتنے قرینے، اتنے رنگ کہ عقل خیرہ ہو جاتی ہے۔ وہی لفظ لیکن ان کی آواز اور صوتی آہنگ پتا دے دیتا ہے کہ یہ اشعار کس شاعر کے ہیں۔ شعری زبان کی جانچ بھی باقاعدہ ایک علم ہے۔ اس طلسم کی

اپنی کائنات بالکل اسی طرح اپنے رنگوں کے ساتھ جلوہ گر ہے جیسے ہماری زندگی کے دیگر نظر آنے والے مناظر ہیں۔ یہ ایک حیرت کدہ ہے جس میں ہر لفظ اپنی جادوئی تاثیر کے ساتھ ہر جگہ نئے پن کے ساتھ ظہور ہو رہا ہے۔ اسلوب کی انفرادیت ہی شعری اظہار کے اندر معنوی پیکر کے رنگوں کو نمایاں کرنے کا ذریعہ بنتی ہے۔ اسلوب بھی ایک طرح کا شخصیت نامہ ہے جو لفظوں کے ہنر سے نمو پذیر ہوتا ہے۔ ممتاز محقق، نقاد اور شاعر سید عابد علی عابد کے یہ قول:

> اسلوب سے مراد کسی لکھنے والے کی وہ انفرادی طرز نگارش ہے جس کی بنا پر وہ دوسرے لکھنے والوں سے متمیز ہو جاتا ہے۔(۱)

اسلوب بھی دراصل شخصیت کے عکس کی طرح اس کی صفاتی اور معاشرتی حیثیت کا تعین کرتا ہے۔ لفظوں کا استعمال ان میں مختلف طرح کے رنگ اجاگر کرتا ہے۔ سید عابد علی عابد (۱۹۷۱۔۱۹۰۶ء) نے ایک مغربی مفکر دیمتر س(Demetrius) کی بیان کی گئی اسلوب کی بنیادی چار اقسام کے ساتھ ساتھ اس کی صفات فکری اور صفات جذباتی کو مرحلہ واریوں ذکر کیا ہے:

بنیادی صفات:	سادہ، شاہانہ، مرصع، حامل زور کلام
فکری صفات:	سادگی، قطعیت، اختصار
جذباتی صفات:	زور بیان، گداز(۲)

عصر جدید کے نمایاں نعت نگار حضرت حفیظ تائبؒ (۲۰۰۴۔۱۹۳۱ء) نے ایک حمد یہ مناجات میں اردو کے قابل ذکر نعت گو شعرا کا ذکر کیا ہے اور کس خوب صورتی سے قبیلۂ نعت نگاری کے ان نمائندہ شعرا کے شعری آہنگ اور اسلوب بیان کی نمایاں خصوصیت کا ذکر کر کے اس سے اپنے لیے برکت طلب کی ہے۔ یہ اشعار بہت قابل توجہ ہیں جن سے یہ جاننا بہت آسان ہو جائے گا کہ کس طرح کسی کے شعر کا اسلوبیاتی تشخص قاری پر اپنے شعری اثرات قائم کرتا ہے جس کی گونج اس کے جانے کے بعد اپنا وجود قائم و دائم رکھتی ہوئے اسے دوسروں سے ممتاز رکھتی ہے:

یا رب ثنا میں کعبؓ کی دلکش ادا ملے ۔۔۔ فتنوں کی دوپہر میں سکوں کی ردا ملے
حسانؓ کا شکوہ بیاں مجھ کو ہو عطا ۔۔۔ تائید جبرائیل بوقت ثناء ملے
بوصیریؒ عظیم کا ہوں میں بھی مقتدی ۔۔۔ بیماریٔ الم سے مجھے بھی شفا ملے

جامیؒ کا جذب، لہجۂ قدسی نصیب ہو سعدیؒ کا صدقہ شعر کو اذنِ بقا ملے
دل بستگی ملے مجھے لطفؒ و امیرؒ کی کافیؒ کے علم و عشق سے رشتہ مرا ملے
آئے قضا شہیدیؒ خوش بخت کی طرح دوری میں بھی حضوریٔ احمد رضاؒ ملے
مجھ کو بیاں ہو زورِ بیان ظفر علیؒ محسنؒ کی ندرتوں سے مرا سلسلہ ملے
حالیؒ کے درد سے ہو مرا فکر استوار ادراک خاص حضرت اقبالؒ کا ملے
جو مدحتِ نبی سے رہا بامراد و شاد اس کاروانِ شوق سے تائبؔ بھی جا ملے(۳)

شعر میں اسلوب کی ساختیت فن کار کے فنی پیکر کو اجالتی ہے۔ اصناف شعری کے اسالیب پر بات کریں تو غزل اپنا جداگانہ پیکر رکھتی ہے، نظم کی اپنی کائنات ہے۔ اسی طرح شعری اظہار میں نعتیہ اسلوب کا بھی ایک اپنا آہنگ اور وجود ہے جس کے پڑھتے ہی اس کے نعت ہونے کا احساس ہونے لگتا ہے۔ الفاظ کا برتا جانے والا ذخیرہ اس کے نعتیہ اسلوب کے پیکر میں تقدیس اور ادب کے غلاف کی رونمائی کر دیتا ہے جسے عنوان کو دیکھے بغیر ہی پہچانا جا سکتا ہے۔ بعض اوقات کسی نظم یا غزل کے پیکر میں ایسے مضامین بھی باندھے جاتے ہیں جنھیں پڑھ کر نعت کے اسلوب کا گمان ہوتا ہے، جیسے فیض احمد فیض کی نظم "ایک رہگزار پر" کا ایک حصہ اور اس میں تراشا گیا پیکر محبوب ہمیشہ مجھے نعت کا ہی محسوس ہوا:

وہ آنکھ جس کے بناؤ پہ خالق اترائے زبان شعر کو تعریف کرتے شرم آئے
وہ ہونٹ، فیض سے جن کے بہار لالہ فروش بہشت و کوثر و تسنیم و سلسبیل بدوش
گداز جسم قبا جس پہ سج کے ناز کرے دراز قد جسے سروِ سہی نماز کرے
غرض وہ حسن جو محتاجِ وصف و نام نہیں وہ حسن جس کا تصور بشر کا کام نہیں(۴)

مولانا ظفر علی خاں کی نعت نگاری

مولانا ظفر علی خان کی پیدائش ۱۷ جنوری ۱۸۷۴ء مہرتھ سیالکوٹ میں مولوی سراج الدین احمد کے ہاں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم مشن اسکول وزیر آباد میں حاصل کی۔ ۱۸۹۲ء میں علی گڑھ کالج سے ایف اے اور بی اے کا امتحان درجہ اول میں پاس کیا۔ ان کا شمار برصغیر کے نامور صحافی اور قادر الکلام شعرا میں ہوتا ہے۔ وہ بہ طور مترجم، سیاسی رہنما اور ادیب جانے جاتے ہیں۔ انھوں نے اپنی نظموں سے قومی شعور کی

بیداری اور تحریک آزادی کی جد و جہد کا نہایت مفید کام لیا، اس سلسلے میں پیش آنے والی مشکلات اور مسائل کا جرات و بہادری سے سامنا کیا۔ شاعری کے علاوہ تقریر اور تحریر میں کمال حاصل تھا۔ شاعری میں زور بیان اور روانی جا بہ جا نظر آتی ہے۔ شعری کتب میں **بہارستان، نگارستان، چمنسان، نگارستان، حبسیات** اور **ارمغان قادیاں** شامل ہیں۔

ڈاکٹر فرمان فتح پوری(۲۰۱۳۔۱۹۲۶ء) مولانا کے شعری مقام و مرتبہ کے حوالے سے ان کی انفرادیت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

بیسویں صدی کے اردو شعراء میں نعت گو کی حیثیت سے مولانا ظفر علی خاں کا نام حالیؔ اور اقبالؔ کے بعد سب سے اہم ہے۔(۵)

ڈاکٹر زاہد منیر عامر (۱۹۶۶ء) اپنے ایک مضمون میں مولانا کے فکری بہاؤ اور نعتیہ اسلوب کا ذکر یوں کرتے ہیں:

اردو کی ادبی تاریخ میں نعت کا سرمایہ قابل لحاظ ہی نہیں قابل فخر بھی ہے، مولانا ظفر علی خاں کی حیثیت اس سفر میں راہ نما کی سی ہے۔ ان سے پہلے اردو نعت اپنی پیش رو عربی، فارسی نعت کی طرح رسول اللہ ﷺ کے اوصاف و فضائل کے بیان تک محدود تھی لیکن ظفر علی خاں نے اسے عصری مسائل سے آمیز کیا اور نعت میں قصیدے کا رنگ پیدا کرتے ہوئے حسن طلب کو عصری مسائل کا آئینہ بنا دیا۔(۶)

ان کی نعت کے مطالعے سے اخذ ہونے والے تاثر کو ایک جملے میں یوں قلم بند کرتے ہیں:

مولانا ظفر علی خاں کے مجموعہء نعت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ محض دعا پر رک جانے والے نہیں بل کہ ان کے نزدیک مستقبل کی روشنیوں کو پانے کے لیے فکر و عمل کی دنیا میں انقلاب ضروری ہے۔(۷)

اردو نعت نگاری میں طلب رحمت، استمداد، استغاثہ اور التجا کی روایت بہت توانا اور پر اثر ہے جو عربی سے فارسی زبان میں منتقل ہوئی اور پھر وہاں سے اردو زبان میں سرایت کر گئی۔ اردو کی تحریک نعت نگاری میں اس اسلوب کے رنگ بہت نمایاں اور گہرے ہیں۔ ڈاکٹر محمد اسماعیل فتح پوری (۱۹۴۱ء) مولانا کی نعت کے اس پہلو کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> مولانا ظفر علی خاں، حالی کے اصلاحی و مصلحانہ رنگ سے متاثر تھے۔ حالیؔ ہی کی طرح ان کی نعتوں میں مقصدیت کے عناصر مستولی ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ حالیؔ نے امت مسلمہ کے حال زار پر آنسو بہائے ہیں۔ نالہ و شیون کے مابین قوم کو اس کی گزشتہ عظمت کا احساس دلایا ہے۔ اور ماضی و حال کا موازنہ کر کے قوم کی اصلاح کی ہے جب کہ مولانا ظفر علی نے آہ و نالہ نہ کر کے پر جوش و دل آویز انداز بیان کے ذریعے قوم کی اصلاح کی ہے۔ انھوں نے قوم کو غیرت دلا کر انھیں سر فروشی کی تمنا سے سرشار کیا ہے۔ دونوں کا مقصد اصلاح قوم تھا۔ اس لیے دونوں نے جو زبان استعمال کی ہے وہ صاف سادہ اور رواں دواں ہے تاکہ ان کی نعتیہ کاوشات عام و خاص ہر ایک کی دست رس میں آجائیں، مولانا کا نعتیہ سرمایہ ایک طرف ادب میں اپنا مقام رکھتا ہے اور دوسری طرف اس کی عملی و عوامی اہمیت بھی ہے۔ (۸)

مولانا ظفر علی خاں کا نعتیہ آہنگ و اسلوب محض قافیہ و ردیف کی یک جائی کا ہی نام نہیں بل کہ وہ موضوع کی مقصدیت اور اس کے ذریعے سے معاشرے میں تبدیلی کے لیے کوشاں رہے۔ انھوں نے سیرت رسول کریم ﷺ میں اصلاح اور زندگی کی تمام تر رعنائیوں کو جذب ہوتے ہوئے محسوس کیا۔ ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق اسی طرف اشارہ کرتے دکھائی دیتے ہیں:

> مولانا ظفر علی خاں کی نعت گوئی کا اصلاحی اور مقصدی رنگ فقط حب رسولؐ کی سرمستی کا اظہار نہیں ہے، یوں کلام میں جذب، کیف اور شوق کی شدت کا یہ عالم ہے کہ گل محمدیؐ کا یہ فدائی اس گلستان کے کانٹوں سے پیمان محبت باندھ کر انتہائی جذبہء سر فروشی سے سرشار معلوم ہوتا ہے۔ لیکن مقصدی نظر رکھنے کی بنا پر شاعر کا یہ جذبہ بے مقصد نہیں ہے۔ وہ جمال محمدی کا فریفتہ بن کر اسوہء محمدیؐ کی تجلیوں کے لیے بے تاب رہتا ہے۔ وہ صفات محمدیؐ میں زندگی کی تعمیر کے سامان کا متلاشی ہے۔ اس کے نزدیک محمدؐ کا نام ہر عقدہ کشائی کے لیے اسم اعظم کا حکم رکھتا ہے۔ (۹)

نعت میں حد توازن قائم رکھنا سب سے مشکل تر مرحلہ ہے جہاں اکثر شعرا کے قدم ڈگمگاتے محسوس ہوتے ہیں۔ مولانا ظفر علی خاں کی نعت شعری توازن کی عمدہ مثال ہے۔ انھوں نے نعت کہتے ہوئے مقام رسالت اور اس کے نعتیہ شعری اظہار میں اعتدال کی راہ اختیار کی، ڈاکٹر اسماعیل فتح پوری اسی حوالے سے رقم طراز ہیں:

مولانا ظفر علی خاں کے ہاتھوں سے دامن اعتدال کہیں بھی اور کبھی بھی نہیں چھوٹا کیوں کہ انھوں نے ان تمام پیرایہ ہائے اظہار سے احتراز کیا ہے جن میں خیالات کے غیر متوازن ہونے کا خدشہ ہوتا ہے۔"(۱۰)

مولانا کے نعتیہ اسلوب کا بنیادی مرکز نعت میں احوال امت کا بیان اور ملک و قوم کی خستہ حالی کے ذکر کی صورت میں دکھائی دیتا ہے۔اسلوب کے اسی طرز اظہار کے حوالے سے ڈاکٹر شہزاد احمد (۲۰۱۲-۱۹۳۲ء) تحریر کرتے ہیں:

مولانا کی نعتیہ شاعری میں قومی رنگ ، نہایت دردانگیز اور پر اثر صورت میں ملتا ہے۔آپ کی نعت گوئی کو معراج کمال، جذبہ ء عشق رسول ﷺ کی وجہ سے حاصل ہے۔یہی جذبہ آپ کے رگ وپے میں جاری وساری ہے جو الفاظ کا جامہ پہن کر نعت کی شکل اختیار کرلیتا ہے۔(۱۱)

نعت کی صنف اور اس کے شعری سرمائے میں سب سے زیادہ جس جذبے اور اظہار نے جگہ پائی ہے وہ جذبۂ عشق رسول ﷺ کی فراوانی ہے۔نعت اس جذبے کے بغیر تخلیق ہی نہیں ہوتی۔ عشقِ رسول ﷺ کی لو میں ایسی حدت ہے جو قلب وذہن کو ہمیشہ سر گرم عمل رکھتی ہے۔مولانا کے اسلوب میں اس جذبے کی گونج ان کے معاصرین سے کہیں زیادہ اور بلند سنائی دیتی ہے۔لیکن اس جذبے سے انھوں سے کئی اور نقش بھی اجاگر کیے ہیں جن کے حسن میں جھلکتا ان کا سیاسی شعور، مسلمانوں کی حالت زار اور کس مپرسی کا نعت میں سرایت کرتا ہوا شعور، امت مسلمہ میں جاری آزادی کی تحریکوں کا ذکر، ایک شان دار ماضی کے ذکر سے جھلکتا روشن وتاب ناک مستقبل اور التجا و عرض و گزارش کا رنگ مجتمع ہو کر ان کی نعت میں اسلوب کی ایسی توانا کشش پیدا کرتا ہے جس میں کئی رنگ ایک ساتھ دھنک بن کر آسمان نعت پہ چمکتے محسوس ہوتے ہیں۔مولانا کے نعتیہ اسلوب کے اسی اجتماعی دل کش رنگوں کو ڈاکٹر ریاض مجید (۱۹۴۲ء) نے ایک پیرا گراف میں کچھ یوں سمویا ہے:

"مولانا کی نعت کا مطالعہ کرتے ہوئے جو عنصر نمایاں انداز میں جلوہ گر ہوا ہے وہ عشقِ رسول ﷺ کا جذبہ ہے مگر جو خصوصیت ان کی نعتیہ شاعری کو معاصر نعت نگاروں سے منفرد ٹھہراتی ہے وہ ان کا قومی وسیاسی شعور ہے۔مولانا ظفر علی خاں کے نعتیہ کلام

میں ہندی مسلمانوں کی کس مپرسی عالم اسلام کی زبوں حالی، طرابلس پر اٹلی کا حملہ تحریک خلافت، تحریک عدم تعاون، تحریک ہجرت، شدھی و سنگھٹن تحریکوں کے سلسلہ میں رونما ہونے والے مسلم کش فسادات اور متعدد ایسی معاصر سیاسی قومی تحریکوں کے اثرات ملتے ہیں جن میں اس وقت کے مسلمان بالعموم اور ہندی مسلمان بالخصوص کسی نہ کسی طور منسلک رہے ہیں۔ مولانا کی نعت میں مسلم عناصر کا کینوس حالی اور اقبال سے بہت وسیع ہے۔ خصوصاً ہندی مسلمانوں کی زبوں حالی کا جو نوحہ مولانا کے ہاں نظر آتا ہے کسی دوسرے معاصر شاعر کے نعتیہ کلام میں نہیں ملتا۔ انھوں نے اپنی نعتوں سے اصلاح و اتحاد کا کام لیا اور عشق رسول ﷺ کے ترانے گا کر ملت اسلامیہ کے اندر ایک ولولہ تازہ پیدا کیا۔ ان کے نعتیہ کلام میں عظمت رفتہ کا احساس لمحہء موجود کی زبوں حالی، مستقبل کے روشن اور پر شکوہ عہد کا انتظار اور ان سے وابستہ تاثرات واحساسات بہ کثرت ملتے ہیں۔ ان میں سب سے اونچی لے حضور اکرم ﷺ کے دربار میں فریاد و استغاثہ کی ہے۔ مولانا کی اکثر نعتوں میں عرض داشت و التجا کی یہ لے نمایاں ہے۔"(۱۲)

ایک اور جگہ مولانا کے نعتیہ اسلوب کی ایک خاص جہت کا ذکر کرتے ہیں:

> اردو نعت میں قومی سطح پر اقدار عالیہ کی تمنا یہ اسلوب ظفر علی خاں کی عطا ہے جو برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کی جدوجہد آزادی میں مولانا کے تاریخ ساز کردار کی ترجمانی کرتی ہے۔ امت مسلمہ کی سربلندی و ترقی کے لیے ان کی یہ تمنا، تڑپ اور اضطراب یوں تو ان کی پوری شاعری پر پھیلا ہوا ہے مگر نعتوں میں حضور اکرم ﷺ کے حوالے سے یہ تمنا اور تڑپ ایک کیف اور التجا میں ڈھل جاتی ہے۔(۱۳)

نعت میں سیرت کا بیان اور اس پر کامل قدرت ہی اس صنف کی معراج ہے۔ واقعات کی سچائی اور اس کے بیان میں صداقت اور شعری قرینہ جب یک جا ہو جاتے ہیں تو مولانا کی نعت کی صورت میں سامنے آجاتے ہیں:

> ظفر علی خاں کی نعت کا دوسرا بڑا عنصر تعلیمات نبوی ﷺ کا بیان ہے۔ مولانا نے میلاد ناموں کی فضا کے برعکس نعت کو اصلاح اور تبلیغ کا ذریعہ بنایا۔ ان کی نعت گوئی عشق

رسول اکرم ﷺ کا اظہار تو ہے ہی مگر اس کے ساتھ ساتھ حضور ﷺ کی تعلیمات اور ارشادات کی بھی آئینہ دار ہے۔انھوں نے پژمردہ اور مغلوب مسلمانوں کے اندر ایمان کی حرارت اور سعی و عمل کا صور پھونکنے کے لیے اپنی نعت گوئی سے ایک تحریک کا کام لیا۔ان کے نعتیہ آہنگ میں جلال اور شکوہ کا تاثر نمایاں ہے۔تعلیمات محمدی ﷺ کی ترجمانی میں وہ حضورؐ کے فیضان کا تذکرہ بھی شامل کر لیتے ہیں۔(۱۴)

نعت میں سیرت نگاری کے اسی حسن کو اجاگر کرنے پر مولانا کی نعت کے حوالے سے شورش کاشمیری (۱۹۱۷۔۱۹۷۵ء) لکھتے ہیں:

ان کے نعتیہ کلام کی بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ وہ دوسرے شعرا کی طرح غلو سے کام نہیں لیتے بل کہ حضور ﷺ کی سیرت کا نقشہ اور ان کے محاسن کی تصویر اس کمال سے کھینچتے ہیں کہ آنکھوں کے سامنے سیرت النبی ﷺ چلتی پھرتی نظر آتی ہے۔(۱۵)

ڈاکٹر ریاض مجید حضور کی بشری صفات کو نعت میں اجاگر کرنے پر مولانا کے حوالے سے لکھتے ہیں:

مولانا نے نعت میں معجزات کے بجائے آنحضرت ﷺ کے روزمرہ کے واقعات اور ان کے کردار و عمل کے بشری پہلوؤں پر زیادہ زور دیا ہے۔ان کے ہاں خیر البشرؐ کی حیثیت سے آپ کا کردار ملت اسلامیہ کی بہ جائے شرق و غرب پر محیط نظر آتا ہے۔(۱۶)

اردو نعت میں استغاثہ، استمداد اور طلب رحمت کی روایت بہت توانا اور شان دار ہے۔نعت میں اس کی صورتیں انفرادی بھی ہیں اور اجتماعی بھی۔مسلمانوں کے اجتماعی مسائل، مشکلات اور ان کے حل کے لیے رحمۃ للعالمین ﷺ کی بارگاہ میں امت کی فریاد پیش کرنے کا ذکر کم و بیش ہر شاعر کے ہاں ملتا ہے۔مولانا کی سیاسی جدوجہد، ان کی صحافتی ذمہ داری اور شعری صلاحیت کے حسین امتزاج سے جو شعری سرمایہ تخلیق ہوا ہے اس کا رنگ بہت جداگانہ ہے۔**کلیات مولانا ظفر علی خاں** میں موجود سرآغاز میں ان کے شعر میں نمو پانے والی اسی صورت حال اور اس کے مطالعہ سے اخذ ہونے والے نتائج کو کچھ یوں بیان کیا گیا ہے:

ان کے موضوعات و مضامین کم و بیش یکساں نوعیت کے ہیں۔ان کا تعلق کسی انفرادی واقعہ کی بجائے مسلمانوں کی اجتماعی صورت حال سے زیادہ ہے۔ان میں اگرچہ پوری

امت مسلمہ کے زوال کی جھلک نظر آتی ہے مگر ہندوستانی مسلمانوں کی سیاسی و اقتصادی شکست ، سماجی و معاشرتی ابتری، عملی و تہذیبی زوال، اقدار دین سے دوری، مختلف مذہبی و نسلی گروہ بندیاں اور ان سے پیدا ہونے والے انتشار اور حالت زار کا نقشہ خاص طور کھینچا گیا ہے۔اسی سبب وہ ہندوستانی مسلمانوں کو حضور اکرمؐ کی توجہات کے زیادہ مستحق سمجھتے ہیں۔(۱۷)

ان اشعار میں دیکھیے امت کا اجتماعی نوحہ اور حالت زار کو کیسے شعر کا جامہ پہنایا ہے:

اب دوا سے کام کچھ چلتا نہیں بیمار کا — اب تو ہے تیری دعا ہی تیری امت کا علاج(۱۸)

سب سے زیادہ مستحق تیری توجّہات کے — ہم ہیں کہ ہم پہ آپڑیں سارے جہاں کی مشکلات

تیری نگاہِ مہرباں ہم کو ذریعہء فلاح — تیری دعائے مستجاب ہم کو وسیلہء نجات

دور فتادہ ہی سہی تیرے مگر غلام ہیں — ہم سے پھرا ہوا ہے کیوں گوشہء چشمِ التفات(۱۹)

مولانا کی شاعری کا شکوہ اور حسن ان کی نظموں کے اندر اپنے کمال پر نظر آتا ہے۔شعر کی روانی کا ورود جب ان کی فکر پہ ہوتا ہے تو مصرعوں کا بہاؤ نظم کی شکل اختیار کر کے موج در موج پھیلتا چلا جاتا ہے۔موضوعات کی طوالت کو وہ اپنی نظموں کے دامن میں سموتے چلے جاتے ہیں۔ان کے تخیل کی بے کرانی، موضوعات کی وسعت اور پھر اس کے اظہار کا اسلوب خود ان کو دوسروں سے ممتاز اور منفرد حیثیت میں اجاگر کرتا ہے۔ان کی شاعری میں طویل نظموں کا ایک مستقل سلسلہ موجود ہے جہاں وہ اپنے جذبات و احساسات کی تصویر کشی میں شعری پیکر تراشتے چلے جاتے ہیں۔اظہار کی اسی سہولت نے ان سے بہت طویل نظمیں کہلوائی ہیں۔**کلیات** کے سرآغاز میں موجود اس حوالے سے پیرا گراف دیکھیے:

> مولانا ظفر علی خاںؒ کی نظمیں بے شمار خوبیوں سے مزین ہیں۔وہ الفاظ اور بحور پر بہت قدرت رکھتے ہیں۔وہ شاعری کو ایوان شاہی سے نکال کر عوامی دربار میں لے آئے اور اسے نگر نگر پھراتے رہے۔ان کی نظموں میں قافیے تخلیق کے درجے پر پہنچے ہوئے ہیں۔ان کی بعض نظمیں کسی عوامی جلسے کا خطاب معلوم ہوتی ہیں۔انھوں نے نئے انداز کی شاعری کی اور نظموں کا قدیم ڈھانچا بدل ڈالا۔(۲۰)

نعت دیگر اصناف سخن کی طرح محض تخیلاتی کینوس اور دیومالائی وجود ہی نہیں رکھتی بل کہ اس کا اپنا ایک الگ مکمل دائرۂ مضامین ہے۔ یہ شاعر کو محض خیالات کی وادی میں ہی سرگرداں نہیں رکھتی بل کہ قدم قدم پر اس کے لیے احتیاط اور حدود بھی متعین ہیں۔اسی لیے محض طبعی موزونیت اور شعری قرینہ ہی اس کے لیے کافی نہیں بل کہ اس کے لیے قرآن وسیرت کا علم اور اس پر گہری نظر درکار ہے۔ نعت نگار اسی وقت اپنے شعری اظہار کے نقطۂ کمال پہ پہنچتا ہے جب وہ **قرآن حکیم** کے سمندر میں غوطہ زن ہو کر نعت کے موتی نکالنے کے ہنر سے بہرہ مند ہوتا ہے۔ مولانا کی نعت نگاری میں ان موتیوں کے رنگ اور چمک جگہ جگہ اپنے کمال پہ نظر آتے ہیں۔ قرآنی موضوعات کو شعر میں قرینے سے سمونا ہر کس و ناکس کا کام نہیں ہے۔ کہیں کہیں تو پوری کی پوری آیت اپنے حسن کے ساتھ شعر میں جلوہ افروز ہیں، کہیں آیت کا کوئی حرف اپنی معنویت سے پورے شعر کو جگ مگا رہا ہے اور کہیں مفہوم قرآن کریم مصرعوں میں پرو دیا گیا ہے۔ ایسے ہی کہیں احادیث کے موضوعات، مضامین اور کہیں عربی زبان کے محاورے اپنی چھب دکھا رہے ہیں۔ان اشعار میں دیکھیے کیسے کیسے قرینے شعر کے پیکر میں سمو دیے گئے ہیں:

جس نے ہو الکل اس کو بتایا اس سے خدا بیزار ہوا
ان اللہ غنی عنکم امر اللہ ہو المفعول(۲۱)

اکرمکم پر غور کیا کہ ہے یہی راز فوزِ عظیم
بن گئیں اس نکتہ کو سمجھ کر جنت کی خاتون بتولؓ(۲۲)

ناشئۃ اللیل آج سے دے گا میری روح کو نشو و نما
اقوم قیلا آج سے ہو گا میری اقامت کا معمول(۲۳)

اے شفیع المذنبیں اے رحمۃ للعالمیں
انت کھفی انت ہادی انت لی نعم الدلیل(۲۴)

نشان انا فتحنا کا نہ ہو کیوں آشکارا جب
علم بردار حق تم ہو سپہ سالار دیں تم ہو(۲۵)

تمھارا عروۃ الوثقی ہے واعتصموا بحبل اللہ
پھر اس رسی کو یارو تھام لیتے کیوں نہیں تم ہو(۲۶)

ہے ازبر کلوا بھی تجھے واشربوا بھی
کبھی یاد آیا ہے لاتسرفوا بھی

جہاں غل مچاتا ہے فلیعبدوا کا
لگا ایک تو نعرۂ مستانہ جاھدوا بھی

اطاعت اولی الامر کی ہے مسلمؔ
اگر اس میں منکم کی ہو جستجو بھی

یہ مانا کہ ہے بے پنہ عدل اس کا
مگر شانِ رحمت ہے لا تقنطوا بھی(۲۷)

سن لو جبریل امیں کا یہ پیام
لن تنالوا البر حتی تنفقوا(۲۸)

نعت کے فن سے اخلاص اور محبت سے وابستہ ہونے والے ہر شاعر کے مزاج میں شان بے نیازی کا پیدا ہو جانا ایک قدرتی امر ہے۔ حضور ﷺ سے والہانہ عقیدت اور محبت دل میں رچ بس جائے تو ایک سرشاری اور طمانیت فکر میں ڈیرے ڈال لیتی ہے۔ محبوب کائنات ﷺ کی مدح گری کے اعزاز اور اس نسبت کے آگے سارے منصب اور نام وری ہیچ محسوس ہوتی ہے اور یہی شان ایک نعت نگار کا حوالہ بن جاتی ہے۔ مولانا کے ہاں بھی اس کے اظہار کی مختلف صورتیں نظر آتی ہیں۔ ایک شعر دیکھیے:

سرور عالم اگر فرمائیں نذر محقّر میری قبول(۲۹)　　آنکھ اٹھا کر بھی نہ میں دیکھوں دولت مشرق و مغرب کو

شعر لفظ کے ساتھ لفظ جوڑنے کی ہنر مندی کا نام ہے۔ یہ ہنر مندی شاعری میں تراکیب گری کے نام سے جانی جاتی ہے۔ بعض اوقات بنی بنائی تراکیب شعر میں استعمال ہوتی ہیں اور اس میں کمال اس وقت پیدا ہوتا ہے جب شاعر تراکیب گر ہو جاتا ہے۔ لفظوں کی یہ جادو گری اور ان کو باہم یک جا کرنا شعری کمالات کا خاصہ ہے۔ مولانا کے ہاں اس کی جادو گری اپنے کمال پہ نظر آتی ہے۔ ان کی تراکیب گری میں دو، تین اور بعض اوقات پورے کا پورا مصرعہ ترکیب کی شکل میں بولنے لگتا ہے۔ مولانا کا کمال یہ ہے کہ ان کی مشکل پسندی شعر کو بوجھل کرنے کی بہ جائے اس میں روانی اور نغمگی کی شان پیدا کر دیتی ہے۔ انھیں نعتیہ تراکیب گری میں خاص کمال حاصل تھا، جہاں کہیں حضور ﷺ کی صفات کا نور جھلک دکھا رہا ہے، کہیں آپ ﷺ کے اسم گرامی کی جلوہ گری حسن کشید کرنے لگتی ہے اور کہیں کہیں ان دونوں کے امتزاج سے نئے پن کی نمود محسوس ہوتی ہے۔ ان اشعار میں جا بہ جا آپ کو انھی کا عکس دکھائی دے گا:

اے کہ ترا جمال ہے زینتِ محفلِ حیات　　دونوں جہاں کی رونقیں ہیں ترے حسن کی زکوۃ
تیری جبیں سے آشکار پرتوِ ذات کا فروغ　　اور ترے کوچے کا غبار سرمہء چشمِ کائنات
موردِ لطفِ خاص پر کس لیے آج یہ عتاب　　ہم سے پھرا ہوا ہے کیوں گوشہء چشمِ التفات(۳۰)
اے کہ ترا شہود ہے وجہ نمود کائنات　　اے کہ ترا فسانہ ہے زینت محفل حیات(۳۱)
گردن ہوئی ہے کیمیا خاک عرب کے سامنے　　تو نے یہ گنجِ شائگاں رکھ دیا سب کے سامنے(۳۲)
اے نشانِ حجّتِ حق، مظہرِ شانِ جلیل　　تو نے کی تکمیلِ آئینِ مسیحا و خلیل(۳۳)
نقطہء پرکار عشقِ کبریا تیرا جمال　　تجھ کو اُس سے ہے محبت کیوں کہ وہ خود ہے جمیل

بن گیا قرآں کی ہر ہر سطر ہر ہر لفظ میں　　نطق تیرا شانہء زلفِ پیامِ جبرئیل
کر دیا تو نے قوام دین و دنیا معتدل　　ناخنِ رَہبانیت کی جڑ میں ٹھونکی تو نے کیل(۳۴)
اے کہ تری نمود ہے غازہء روئے کائنات　　جلوہ فشاں ہیں ہر طرف تیری ہی سب تجلیات
قصد یہ کر رہا ہوں میں نعت تری رقم کروں　　کوزہ میں بھر رہا ہوں میں مایہء دجلہء فرات(۳۵)
ہے خمیرِ مایہء حُسنِ عرب تیرا جمال　　دلربائی نجد کے بانکے جواں کی تجھ سے ہے(۳۶)
پھوٹا جو سینۂ شبِ تارِ الست سے　　اس نورِ اوّلیں کا اجالا تمہی تو ہو
جو ماسوا کی حد سے بھی آگے گزر گیا　　اے رہ نوردِ جادۂ اسریٰ تمہی تو ہو(۳۷)
محمدؐ مصطفےٰ گنجِ سعادت کے امیں تم ہو　　شفیع المذنبیں ہو رحمۃ للعالمیں تم ہو(۳۸)
رونقِ بزمِ دودۂ آدم، صلی اللہ علیہ وسلم　　خواجۂ گیہاں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم
جادہ شناسِ منزلِ وحدت، جلوہ نمائے نورِ حقیقت　　ہادیٔ اکبر مصلحِ اعظم، صلی اللہ علیہ وسلم(۳۹)

شعر ایک پورا نظام تہہ داری اور گہرائی و گیرائی کا نام ہے۔ اس میں موجود معنوی خوبی شعر کو زمین سے آسمان تک لے جاتی ہے۔ وہی لفظ جو اپنے معنی کے حسن میں چھپے ہوتے ہیں ان کو شعر میں سمو کر ان کو ایک رازداری کے غلاف میں لپیٹ کر قاری کو سوچنے پر مجبور کر دینا شاعر کا کمال ہوتا ہے۔ شعر میں معنویت ایک جہان نو ہے جسے قاری کو دریافت کرنا ہوتا ہے۔ شعر میں جتنی معنوی گہرائی ہو گی اسے اتنا ہی بڑا سمجھا جائے گا۔ ایک ظاہری معنی جو پہلی ہی نظر میں شعر کے قاری پر منکشف ہو جاتے ہیں اور ایک وہ شعر جس کے معنی ہر ایک پر اس کی اپنی فہم کے مطابق کھلتے ہیں لیکن مزے کی بات یہ ہے کہ معنوی تہ داری والے اشعار ہر پڑھنے والے کو دعوت غور و فکر دے رہے ہیں اور ہر کوئی اس سے اپنی اپنی بساط فہم کے مطابق معنی اخذ کر رہا ہوتا ہے۔ مولانا ظفر علی خاں کی نعتیہ شاعری اس معنوی تہ داری اور گہرے پن کا بہترین اظہار ہے۔ ان اشعار میں دیکھیے معنویت کی ایک کہکشاں اپنے اپنے مدار اور دائرے میں چمکتی محسوس ہو رہی ہے جو قاری کے ذہن و فکر کو اجالتی چلی جاتی ہے:

آنکھ کے اک اشارہ سے تو نے معاً بدل دیے　　ذہن کے سب تصورات قلب کے سب تاثرات(۴۰)
وہ اٹھا خاکِ بطحا سے سعادت کا امیں ہو کر　　علم بردار حق بن کہ سپہ سالار دیں ہو کر
خدا نے اس کو اپنے حسن کے سانچے میں ڈھالا ہے　　چھنا ہے اس کا پرتو نورِ صبح اوّلیں ہو کر

خدا پر تھا یقیں پہلے ہی لیکن اس کا احساں ہے
کہ آنکھوں میں یقیں پھرنے لگا عین الیقیں ہو کر
خدا کی شان سے رونق ہے موجودات عالم کی
وہ سب نبیوں کے بعد آیا مگر کیا کیا نہیں ہو کر
نمک پروردہ اس کی شرم کے ہیں گنہ میرے
وہ شرم آئی جو عقبیٰ میں شفیع المذنبیں ہو کر(۴۱)
مل گئی دونوں جہانوں کے خزانوں کی کلید
اپنے معراج کو پہنچا ہے بشر آج کی رات(۴۲)
اے کہ ہیں تیری ذات میں جمع زمانہ کے صفات
سب ملی تصرّفات سب فلکی تجلّیات
خلق ہوئی تھی میمنت تیرے قدوم کے لیے
وضع ہوئی تھی معرفت تیرے علوم کے لیے
فیض نہ تھا ترا فقط قوم ظلوم کے لیے
بلکہ تر اخصوص تھا وقف عموم کے لیے(۴۳)
نور ترا نہ چیرتا گر افق شہود کو
ختم نہ ہوتی آج تک تیرگیء شبِ حیات
بھولے تھے بندے نام حق تو نے دیا پیام حق
جوڑ دیے قدیم کے ٹوٹے ہوئے تعلقات(۴۴)
زینت ازل کی ہے تو ہے رونق ابد کی تو
دونوں میں جلوہ ریز ہے تیرا ہی رنگ و آب(۴۵)
گر ارض و سما کی محفل میں لولاک لما کا شور نہ ہو
یہ رنگ نہ ہو گلزاروں میں نور نہ ہو سیاروں میں(۴۶)
پھیلا ہوا ہے اسود و احمر کے واسطے
صحن عرب میں تا بہ عجم خوانِ مصطفیٰ(۴۷)

شعر تشبیہ اور استعارے سے پروان چڑھتا ہے۔ تشبیہ شعر کے حسن کو اجاگر کرتی ہے اور استعارہ و کنایہ اسے نکھارتا اور سنوارتا ہے۔ شعر کی بنت میں یہ چیزیں بنیادی اہمیت کی حامل ہیں ورنہ ان کو اجاگر کیے بغیر شعر سپاٹ اور نثر کی صورت ہی دکھائی دے گا۔ نعت میں تشبیہ، استعارہ، کنایہ کا استعمال بہت احتیاط اور توجہ کا طالب ہے۔ یہاں نہ تو غزل کے محبوب کے لیے تراشی گئی تمام تشبیہات استعمال کی جاسکتی ہیں اور نہ ہی استعارہ و کنایہ کا دنیاوی آہنگ استعمال کیا جاسکتا ہے۔ مولانا کی تشبیہات اور استعارات اپنی مثال آپ ہیں جہاں ایک طرف تو شعر رفعت پذیر ہو رہا ہے اور دوسری طرف نعت کا مزاج اور لہجہ بھی توانا ہوتا محسوس ہوتا ہے:

تیری ثنا میں تر زباں ہو گیا جو مری طرح
اس کے قلم میں آ گئی شانِ روانیِ فرات
عشق مہمان ہوا حسن کے گھر آج کی رات
جذبہء دل ہے بہ آغوشِ اثر آج کی رات
آہ وہ عہد ہے کہاں جس میں ہمارے واسطے
روز تو روزِ عید تھا او رتھی شب شبِ برات
حکمت و علم کا مطب دینے لگا مریض کو
بے خبری و جہل کے بوقلموں مرکبات(۴۸)
تمھاری یاد ہو جس دل میں ایسے دل کا کہنا
مکاں ہو گا عجب ہی شان کا جس کے مکیں تم ہو(۴۹)

بادۂ آمنوا پیوں موت کے بعد میں جیوں — مطلع فجر کی طرح ہو مری زندگی دراز
جھوم کے پی رہا ہوں میں جام متم نورہ — گھوم رہا ہے جام میں نشہء بادہء حجاز
تاجوروں کے رشک کو خاکِ در بنی ہوئی — سرمہء دیدہء بلالؓ غازہء چہرہ معاذؓ(۵۰)
اے خاورِ حجاز کے رخشندہ آفتاب — صبح ازل ہے تیری تجلی سے فیض یاب(۵۱)
رحمت کی گھٹائیں پھیل گئیں افلاک کے گنبد گنبد پر — وحدت کی تجلی کوند گئی آفاق کے سینا زاروں میں
وہ شمع اجالا جس نے کیا چالیس برس تک غاروں میں — اک روز جھلکنے والی تھی سب دنیا کے درباروں میں(۵۲)
کہتے ہیں جس کو سطوتِ کبریٰ تھی وہ اک اس کی مشقِ سرِپا — گردنِ ہرقل جس سے ہوئی خم، صلی اللہ علیہ وسلم(۵۳)

شعری اظہار میں مختلف صنعتیں اپنے اپنے رنگ سے جلوہ گر ہوتی ہیں جن میں اپنی الگ الگ خوبیوں کا جہان آباد ہوتا ہے۔ ہر صنعت اپنے اپنے دائرے میں الگ نظام رکھتی ہے اور ہر شعر کا تعلق کسی نہ کسی صنعت شعری سے ہوتا ہے۔ انھی میں سے ایک صنعت تضاد بھی ہے جس میں شاعر دو چیزوں کا باہم ذکر کر کے اس میں شعری خوبی پیدا کرتا ہے۔ نعت میں یہ قرینہ بہت اہتمام سے برتا گیا ہے۔ دنیاوی طور پر اپنی الگ شناخت اور شان رکھنے والی چیزیں جب حضور ﷺ کی نسبت سے تعلق رکھنے والی چیز کے مقابل بیان کرتے ہیں تو دنیا سے متعلق چیز کا وجود بے معنی نظر آنے لگتا ہے۔ ان اشعار میں دیکھیے حضور ﷺ کی جن کے دشمنوں کے لیے طلب رحمت اور ایک طرف کسریٰ کے تاج کو روندنے والے کی بوریا نشینی کو کیسے قرینے سے شعر میں استعمال کیا گیا ہے:

کسریٰ کا تاج روندنے کو پاؤں تلے — اور بوریا کھجور کا گھر میں بچھا ہوا
دستِ دعا انھیں کے لیے عرش تک بلند — ہے جن کی آستیں میں خنجر چھپا ہوا
بوتے رہے جو رستہ میں کانٹے تمام عمر — پھولوں میں ایک ایک ہے آ کر تلا ہوا(۵۴)
وہ اُمی جس نے امت کو حیاتِ سرمدی بخشی — وہ پیغمبرؐ جو ہو کر شافعِ روزِ شمار آیا(۵۵)

بڑے شاعر مضامین کو شعر میں سمونے کا ہنر جانتے ہیں۔ بڑے سے بڑے مضامین کو سادگی سے بیان کرنا کمال فن کہلاتا ہے۔ مولانا کی شعری کائنات میں اس کے نمونے بھی جا بہ جا نظر آتے ہیں جہاں وہ کمال ہنر مندی سے سادگی کے پیرائے میں بہت گہری اور بڑی بات کرتے دکھائی دیتے ہیں۔

ان اشعار میں دیکھیے یہی خوبی عکس ریز ہو رہی ہے۔ایک ایک شعر اپنی سادگی اور بلند خیالی کا بہ بانگ دہل اعلان کرتا نظر آرہا ہے:

پست و بلند کے لیے عام تیری رحمتیں — عرش سے اور فرش سے تجھ پہ سلام اور صلوۃ(۵۶)
عرب کے واسطے رحمت، عجم کے واسطے رحمت — وہ آیا لیکن آیا رحمۃ للعالمیں ہو کر(۵۷)
اپنے اللہ سے ملنے کے لیے جاتا ہے — اپنے اللہ کا منظورِ نظر آج کی رات(۵۸)
شرق ہے تجھ سے مستفیض غرب ہے تجھ سے فیض یاب — دونوں جہاں کی رحمتیں ہو گئیں تیری ہم رکاب
جو ترے در کی خاک تھے ہو گئے آسماں جناب — لطف ترا ہے بے شمار فیض ترا ہے بے حساب(۵۹)
سارے جہاں کی حکمتیں تیرے کلام پر نثار — سارے جہاں کی دولتیں تیرے نظام پر نثار
ہم تری ذات پر فدا ہم ترے نام پر نثار — تیری گلی میں ہوں مقیم تیرے مقام پر نثار(۶۰)
فرش پہ تیرے ہمہمے عرش پہ تیرے زمزمے — بھیج رہی ہے کائنات تجھ پہ سلام اور صلوۃ(۶۱)
ہوئی تکمیل دیں تم سے کہ ختم المرسلیں تم ہو — رسالت ہے اگر انگشتری، اس کے نگیں تم ہو
اگر پروردگارِ انس و جاں کو ہم نے پہچانا — بلا شبہ و بلاشک اس کی وجہِ اوّلیں تم ہو
خدا کیوں کر نہ کھینچے معصیت پر مغفرت کا خط — مسلماں مذنبیں ہیں اور شفیع المذنبیں تم ہو(۶۲)
دولت دنیا و دیں قوم کو دی ایک ساتھ — ہے تری بخشش کثیر ہے تیرا احساں عظیم
تو نے جلائی تھی جو مشعل عالم فروز — قوم کا اب تک ہے اس سے منور حریم(۶۳)
خدا سے واصل اور دنیا میں شامل — رسول اللہؐ ہیں انسان کامل
محمدؐ مصطفےٰ کا نام لکھ کر — منور ہو گئے میرے انامل
خدا کا قرب ہے گر تجھ کو منظور — رسول اللہؐ کی ملت سے جا مل(۶۴)
مدح خواں ہوں میں رسول اللہ کا میرا صلہ — عالم باقی بھی ہے اور عالم فانی بھی ہے(۶۵)
ادب نبی کے اوامر کا اور نواہی کا — پتا فقیر کو دیتی ہے بادشاہی کا (۶۶)
دنیا میں رحمتِ دو جہاں اور کون ہے — جس کی نہیں نظیر وہ تنہا تمھی تو ہو(۶۷)
شایاں ہے تجھ کو سرورِ کونین کا لقب — نازاں ہے تجھ پہ رحمتِ داریں کا خطاب
برسا ہے شرق و غرب پہ ابرِ کرم ترا — آدم کی نسل پر ترے احسان ہیں بے حساب
پیدا ہوئی نہ تیری مواخات کی نظیر — لایا نہ کوئی تیری مساوات کا جواب (۶۸)
ہو گئی اس پر ختم رسالت دیتے گئے ہیں جس کی شہادت — موسیٰ عمراں عیسیٰ مریم، صلی اللہ علیہ وسلم(۶۹)

میرے ہزار دل ہوں تصدق حضور پر میری ہزار جان ہو قربان مصطفٰی(۷۰)

شعر میں منظر نگاری بھی شاعر کے حسن تخیل اور شاعرانہ ہنر مندی سے تخلیق پاتی ہے جس سے قاری ان لفظوں کو پڑھتے ہوئے خود کو اس ماحول میں محسوس کرتا ہے۔ شعری اظہار میں یہ فنی کمال ہے کہ شاعر اپنے قاری کو بھی اس منظر میں لے جائے جس میں ڈوب کر اس نے وہ شعر تخلیق کیا ہوتا ہے:

سر پہ اندھیری رات ہے گھر گئی ہے بھنور میں ناؤ موج بلا ہے تاک میں دور ہے ساحل نجات(۷۱)

مولانا ظفر علی خاں کو زبان و بیان پر کمال دست رس حاصل تھی۔ وہ صرف شاعر نہیں بل کہ اعلیٰ پائے کے نثر نگار بھی تھے اور صحافتی ذمہ داریوں نے ان کے قلم میں ایک جادوئی روانی کی تاثیر بھر دی تھی جس کا اظہار وہ اپنے شعر میں بھی کرتے تھے۔ ان کے ہاں اردو زبان کے مشکل الفاظ کا بہت بڑا ذخیرہ ہے جسے وہ بہت سہولت سے استعمال کرتے ہیں۔ الفاظ کا بوجھل پن ان کی شاعری میں سرایت کرنے کے بعد نرم اور گداز رنگ اختیار کرتا ہے۔ یہ مشکل پسندی ان کے مزاج میں اختیاری نہیں بل کہ فطری تھی جو ان کے وسعت مطالعہ، ذخیرۂ الفاظ اور ان کے استعمال کی سہولت کا آئینہ دار ہے:

تیرے نوال میں نہاں مبدءِ بحر کا مآل تیرے کمال سے عیاں شان خدائے ذوالجلال
قدر تری ہے بے مثال درس ترا ہے لازوال نور کی فوق کل نور سبلک اسوب النبال(۷۲)

عقیدۂ شفاعت بھی نعت کا ایک اہم موضوع ہے اور شاید ہی کوئی نعت نگار اس کے اظہار کی سعادت سے محروم رہا ہو۔ نعت گو دراصل تخلیق نعت کے توسط بارگاہ شفیع المذنبین ﷺ میں اپنی شفاعت کا طلب گار ہوتا ہے۔ اردو کی روایت میں حضور ﷺ کے مسند شفاعت سے خیرات مانگنے کی مضامین جابہ جا نظر آتے ہیں۔ گناہ گار امتی اپنی معصیت کیشی اور عصیاں شعاری کا ادراک رکھتے ہوئے حضور ﷺ کی بارگاہ کے وسیلے سے اپنے رب سے معافی طلب کرتا ہے کہ یہ راستہ ہمیں خود رب شفیع المذنبین نے اپنی نازل کردہ کتاب میں تعلیم فرمایا ہے۔ مولانا کے اس موضوع کے حوالے سے اشعار اپنی الگ شان رکھتے ہیں:

محمدؐ کے تصدق میں تمھاری مغفرت ہو گی اگر وابستہء دامانِ ختم المرسلیں تم ہو(۷۳)
تیری شفاعت کا گر ہم کو سہارا نہ ہو رحم پہ غالب رہے عدل خدائے عظیم(۷۴)
پیمبرؐ کی شفاعت پر مری اس عرض کا حق ہے کہ آقاؐ تیری خاطر میں نے چکی جیل میں پیسی(۷۵)

رحمت عالم ﷺ کے اسمائے صفاتی کا نعت میں استعمال اس کے حسن کو چار چاند لگا دیتا ہے۔ مولانا کا اسلوب نعت بھی اس خوش بو سے مہک رہا ہے:

تو ہے شفیع مطاعؐ، تو ہے نبیِ کریمؐ　　تو ہے قسیم جسیم تو ہے نسیم وسیم(۷۶)

خیر ممثل فضل مجسم صورت احساں پیکر رحمت　　آیۂ لطفِ ربّک الاکرم، صل اللہ علیہ وسلم(۷۷)

حاصل کلام

مولانا ظفر علی خاں نے اپنے جداگانہ اسلوب شعری سے مولانا حالی اور حضرت اقبال کی حب الوطنی کی روایت کو نعت میں سمو کر آگے بڑھایا ہے۔ شعر گوئی میں شعری ترنم ریزی اور تغزل کی بہ جائے انھوں نے عالمانہ روش کو اختیار کرتے ہوئے شرعی حدود و قیود کو ہمیشہ پیش نظر رکھا ہے۔ انفرادی مشکلات و مسائل کی بہ جائے پوری امت مسلمہ کے درد اور کرب کو محسوس کرتے ہوئے اجتماعیت کا رنگ اجاگر کیا ہے۔ بارگاہ رسالت ﷺ میں التجا و استغاثے کی پہلے سے موجود لے کو اور تیز تر اور موثر انداز میں بیان کرنے کی سعی کی ہے۔ اپنے نعتیہ اسلوب کی تزئین قرآن و سیرت سے کرنے کی کام یاب کوشش کی ہے۔ نعت کے بنیادی ماخذات کو بڑی کام یابی سے اشعار میں پرویا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کے ارشادات اور تعلیمات سے اپنے اسلوب نعت کو ثمر آور کیا ہے۔ قدرت کی طرف سے عطا کیے گئے ہنر سخن اور قادر الکلامی کو نعت میں ذریعۂ اظہار بنایا ہے۔۔ ان کی مشکل پسندی نے ان کے آہنگ و اسلوب کی آواز کو توانا کیے رکھا۔ انھوں نے عقیدے اور عقیدت کے حسین امتزاج سے ایک جداگانہ اسلوب شعری کی بنیاد رکھی۔ محبت رسالت مآبؐ کی مہک ان کے اشعار میں رچی بسی محسوس ہوتی ہے۔ ان کا طرز اظہار اور اسلوب شعری اپنی الگ شناخت، پہچان اور خد و خال رکھتا ہے جسے شعری اسالیب کے ہجوم میں بہت آسانی سے دیکھا جا سکتا ہے۔

مرا مسلک براہیمی مری فطرت حجازی ہے　　سراپا ڈھل کے نکلا ہے مرا بطحا کے سانچے میں(۷۸)

☆☆☆☆☆

حوالے

(۱) عابد علی عابد سید، اسلوب،(لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز،۲۰۱۸ء)،۴۲۔

(۲) مضامین چکبست ۱۹۲۸ء،انڈین پریس لمیٹڈ، الہٰ آباد، بحوالہ ،اسلوب،عابد علی عابد سید،(لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز،۲۰۱۸ء)،۲۹۔

(۳) کلیات حفیظ تائب، صلوعلیہ وآلہ۔(لاہور: حفیظ تائب فاؤنڈیشن)،۲۰۰۵ء۔

(۴) فیض احمد فیض، نسخہ ہائے وفا(لاہور: مکتبہ کارواں، کچہری روڈ، مصور ایڈیشن۔"نقش فریادی")، ۴۵۔

(۵) فرمان فتح پوری، اردو کی نعتیہ شاعری(لاہور: آئینہ ادب چوک مینارانارکلی،۱۹۷۴ء)۔

(۶) زاہد منیر عامر، ''مولانا ظفر علی خان کی نعتوں میں مستقبل کی جھلک''،کتابی سلسلہ نعت رنگ، شمارہ۔۲۵،اگست ۲۰۱۵،ص۔۲۷۱۔

(۷) زاہد منیر عامر، ''مولانا ظفر علی خان کی نعتوں میں مستقبل کی جھلک''،کتابی سلسلہ نعت رنگ، شمارہ۔۲۵،اگست ۲۰۱۵،ص۔۲۷۵۔

(۸) فتح پوری/محمد اسماعیل، اردو شاعری میں نعت حالی سے حال تک،(کراچی: نعت ریسرچ سینٹر،۲۰۱۹ء)،۶۴۔

(۹) رفیع الدین سید، اردو میں نعتیہ شاعری (کراچی: اردو اکیڈمی سندھ،۱۹۷۶ء)،۴۸۔

(۱۰) فتح پوری،آزاد، محمد اسماعیل، اردو شاعری میں نعت حالی سے حال تک(کراچی: نعت ریسرچ سینٹر،۲۰۱۹ء)،۶۶۔

(۱۱) شہزاد احمد،اردو نعت پاکستان میں،(کراچی: حمد و نعت ریسرچ سینٹر فاؤنڈیشن،۲۰۱۴ء)،۱۰۰۔

(۱۲) ریاض مجید،اردو میں نعت گوئی(لاہور: اقبال اکادمی،۱۹۹۰ء)،۴۳۶۔

(۱۳) ایضاً،۴۳۶۔ (۱۴) ایضاً،۴۳۹۔

(۱۵) ایضاً،۴۴۰۔ (۱۶) ایضاً،۴۴۰۔

(۱۷) زاہد علی خان(مرتب)، کلیات مولانا ظفر علی خان (لاہور: الفیصل ناشران وتاجران کتب، ۲۰۰۷ء) سرِ آغاز۔

(۱۸) ایضاً، نظم،التجا بحضور سرور کائنات،۲۳۔ (۱۹) ایضاً، نظم،اسلامیان ہند کی فریاد، ص۔۲۹۔

(۲۰) زاہد علی خان(مرتب)، کلیات مولانا ظفر علی خان (لاہور: الفیصل ناشران وتاجران کتب، ۲۰۰۷ء) سرِ آغاز۔

(۲۱) زاہد علی خان(مرتب)، بہارستان، "کلیات مولانا ظفر علی خان" (نومبر ۲۰۰۷ء) نظم،آوازۂ حق،۱۱۔

(۲۲) ایضاً،۱۳۔

(۲۳) ایضاً،۱۴۔

(۲۴) ایضاً، نظم، عرضداشت امت بحضور سرور کون ومکاںؐ،۲۸۔

(۲۵) ایضاً، نظم، جشن میلاد النبی، ص۔ ۳۲

(۲۶) ایضاً،،۳۲۔

(۲۷) ایضاً، نظم، توکل،۵۷۔

(۲۸) زاہد علی خان(مرتب)، چمنستان، "کلیات مولانا ظفر علی خان" (نومبر ۲۰۰۷)، نظم، سایۂ شمشیر،۲۳۔

(۲۹) زاہد علی خان(مرتب)، بہارستان، "کلیات مولانا ظفر علی خان" (نومبر ۲۰۰۷ء) نظم، آوازۂ حق،۱۶۔

(۳۰) ایضاً، نظم، عرض حال بدرگاہ رب العزۃ،۱۹۔

(۳۱) ایضاً، نظم، نذر محقر بحضور خواجۂ دوجہاں سرورِ کون ومکاں،۲۴۔

(۳۲) ایضاً، نظم، نذر محقر بحضور خواجۂ دوجہاں سرورِ کون ومکاں،۲۵۔

(۳۳) ایضاً، نظم، آوازۂ حق،۲۶۔

(۳۴) ایضاً، نظم، عرضداشت امت بحضور سرور کائنات،۲۶۔

(۳۵) ایضاً، نظم، اسلامیان ہند کی فریاد بہ بارگاہ سرور کائنات،۲۹۔

(۳۶) زاہد علی خان(مرتب)، حبسیات، "کلیات مولانا ظفر علی خان" (نومبر ۲۰۰۷ء) نظم، نذر عقیدت،۳۰۔

(۳۷) زاہد علی خان(مرتب)، حبسیات، "کلیات مولانا ظفر علی خان" (نومبر ۲۰۰۷ء) نظم، صاحب قاب قوسین اوادنی،۱۰۔

(۳۸) زاہد علی خان(مرتب)، بہارستان، "کلیات مولانا ظفر علی خان" (نومبر ۲۰۰۷ء) نظم، جشن میلاد النبیؐ،۳۲۔

(۳۹) زاہد علی خان(مرتب)، حبسیات، "کلیات مولانا ظفر علی خان" (نومبر ۲۰۰۷ء) نظم، صلی اللہ علیہ وسلم،۱۴۱۔

(۴۰) زاہد علی خان(مرتب)، بہارستان، "کلیات مولانا ظفر علی خان" (نومبر ۲۰۰۷ء) نظم، عرض حال بدرگاہ رب العزۃ،۱۹۔

(۴۱) ایضاً، نظم، عرض حال بدرگاہ رب االعزۃ،۲۱۔

(۴۲) ایضاً، نظم، شب معراج، ۲۲۔

(۴۳) ایضاً، نظم، نذر محقر بحضور خواجہ سرور کون ومکاں، ۲۴۔

(۴۴) ایضاً، اسلامیان ہند کی فریاد بہ بارگاہ سرور کائنات، ۲۹۔

(۴۵) زاہد علی خان(مرتب)، حبسیات، "کلیات مولانا ظفر علی خان" (نومبر ۲۰۰۷ء) نظم، فریاد بحضور سرور کونین، ۱۲۔

(۴۶) ایضاً، فریاد بحضور سرور کونین، ۱۳۔

(۴۷) زاہد علی خان(مرتب)، چمنستان، "کلیات مولانا ظفر علی خان" (نومبر ۲۰۰۷ء) نظم، آہ اقبال، شان مصطفوی، ۱۱۸۔

(۴۸) زاہد علی خان(مرتب)، بہارستان، "کلیات مولانا ظفر علی خان" (نومبر ۲۰۰۷ء) نظم، اسلامیان ہند کی فریاد بارگاہ سرور کائنات، ۲۹۔

(۴۹) ایضاً، نظم، جشن میلاد النبیؐ، ۲۹۔

(۵۰) ایضاً، نظم، صاحب معراج، ۳۸۔

(۵۱) زاہد علی خان(مرتب)، حبسیات، "کلیات مولانا ظفر علی خان" (نومبر ۲۰۰۷ء) نظم، فریاد بحضور سرور کونین، ۱۲۔

(۵۲) ایضاً، نظم، شمع حرا، ۱۳۔

(۵۳) ایضاً، نظم، صلی اللہ علیہ وسلم، ۱۴۱۔

(۵۴) زاہد علی خان(مرتب)، بہارستان، کلیات مولانا ظفر علی خان، نظم، اللہ والے، ۳۹۔

(۵۵) زاہد علی خان(مرتب)، نگارستان، کلیات مولانا ظفر علی خان، نظم پھولوں کا تار بلبل کے نام، ۱۸۔

(۵۶) زاہد علی خان(مرتب)، بہارستان، کلیات مولانا ظفر علی خان، نظم، عرض حال بدرگاہ رب العزۃ، ص۔ ۲۰

(۵۷) ایضاً، نظم، رحمۃ العالمین، ۲۱۔

(۵۸) ایضاً، نظم، شب معراج، ۲۲۔

(۵۹) ایضاً، نظم، نذر بحضور خواجۂ دوجہاں، سرور کائنات، ۲۴۔

(۶۰) ایضاً، نظم، نذر محقر بحضور سرور کائنات، ۲۵۔

(۶۱) ایضاً، نظم، اسلامیان ہند کی فریاد بارگاہ سرور کائنات، ۲۹۔

(۶۲) بہارستان، کلیات مولانا ظفر علی خان، نظم، جشن میلاد النبی، ۳۲۔

(۶۳) ایضاً، نظم، فخر رسل، ۳۶۔

(۶۴) ایضاً، عالم و عامل، ۴۰۔

(۶۵) ایضاً، نظم، مسلمان کی شان، ۴۶۔

(۶۶) چمنستان، کلیات مولانا ظفر علی خان، نظم، رموز بادشاہی، ۱۶۸۔

(۶۷) حبسیات، کلیات مولانا ظفر علی خان، نظم، صاحب قاب قوسین او ادنی، ۱۱۔

(۶۸) ایضاً، نظم، فریاد، بحضور سرور کونین، ۱۲۔

(۶۹) چمنستان، کلیات مولانا ظفر علی خان، نظم، شان مصطفوی، ۱۱۸۔

(۷۰) ایضاً، شانِ مصطفوی، ۱۱۸۔

(۷۱) بہارستان، کلیات مولانا ظفر علی خان، نظم، عرض حال بدرگاہ رب العزۃ، ۲۰۔

(۷۲) ایضاً، نظم، عرض محقر بحضور سرور کون و مکاں، ۲۴۔

(۷۳) ایضاً، نظم، جشن میلاد النبیؐ، ۳۳۔

(۷۴) ایضاً، نظم، فخر رسل، ۳۵۔

(۷۵) ایضاً، نظم، پیمبر کی شفاعت پر میرا حق، ۵۱۳۔

(۷۶) بہارستان، کلیات مولانا ظفر علی خان، نظم، فخر رسل، ۳۵۔

(۷۷) حبسیات، کلیات مولانا ظفر علی خان، نظم، صلی اللہ علیہ وسلم، ۱۴۱۔

(۷۸) چمنستان، کلیات مولانا ظفر علی خان، نظم، مسجد فروش، ۶۴۔

❖❖❖